جلد02 شمارہ۱۸، ۲۰۲۴

Article

Hayatullah Ansari’s Understanding about Rashid

حیات اللہ انصاری کی راشد شناسی

Tariq Habib*[1] Dr Naseem Abbas[2]
[1] PhD Scholar, Department of Urdu Language and Literature, Univerisity of Sargodha, Sargodha.
[2] Professor, Department of Urdu Language and Literature, Univerisity of Sargodha, Sargodha.
*Correspondence: tariq.habib@uos.edu.pk

طارق حبیب[1]، پروفیسر ڈاکٹر نسیم عباس[۲]

[۱]پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردوزبان وادب، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا [۲]پروفیسر، اردوزبان وادب، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received:29-07-2024
Accepted:10-09-2024
Online:27-09-2024

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Hayat ul Allah Anssari is the well known short story writer. His writings having psychological treatment and about the Segmand Freud School of Thought. Hayat ul Ansari is also a critic of Literature. In 1945 he worte a book on Noon Meem Rashid named “Noon Meem Rashid par”, which is the first crictical psychological analysis in the shape of book. Here his work on Noon Meem Rashid is presenting with an overview. This meta criticism will show the critical approach and standard of Hayat ul Allahh Ansari, as well as the creativity and contribution in urdu literature of Noon Meem Rashid. Although Ansari painted Rashid’s poetry in negative way and criticize with closed heart and narrow approch. It is a time to analysis the last literary criticism era, because such critical overviews will help to show the real pictures of art and will also support to build a new standard and rebuild new rules of criticism.

Key words: N.M Rashid, Poem, Hayat Ullah Insari, Nigar, Rashid’s Centuary, Sigmond, Psychology.

ن م راشد (1)[پیدائش: یکم اگست ۱۹۱۰ء بہ مطابق: ۲۴۔ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ۔ سوموار۔۔ وفات: ۹۔ اکتوبر ۱۹۷۵ء بہ مطابق: ۳۔ شوال المکرم ۱۳۹۵ھ۔ جمعرات] بیسویں صدی عیسوی کے ادبی تناظر میں ایسے خوش نصیب شاعر ہیں، جنھیں اُردُو آزاد نظم کے مروّج ہونے کا باقاعدہ اعزاز حاصل ہے۔ اُنھوں نے نہ صرف آزاد نظم کو رائج کیا اور فروغ دیا، بل کہ اِس صنف کے امکانات میں مقدور بھر اضافہ کیا اور اِسے قبولِ عام کے درجے پر لے آے۔ ایک زمانے تک اُنھیں سخت مخالفانہ تنقید و تنقیص کا بھی سامنا رہا، مگر اُن کی استقامت پسند اور تخلیقی شخصیت کی وجہ سے اُن کی قبولیت اور پذیرائی کا زمانہ بھی جلد شروع ہو گیا۔ خالصتاً اُردُو آزاد نظم گو شعرا میں ابھی تک ن م راشد ہی ایسے واحد شاعر ہیں، جن پر نقد و نظر کا کام سب سے زیادہ ہوا ہے۔ تنقیدی مضامین کی صورت میں بھی اور باقاعدہ کُتُب کی صورت میں بھی۔ اب تک راشد صاحب پر ایک شخصی اور تاثراتی کتاب سمیت بیس تنقیدی کُتُب شائع ہو چکی ہیں، جن میں سے تیرہ مکمل تصانیف اور آٹھ مرتبہ کتابوں کا درجہ رکھتی ہیں۔

ن م راشد کا اصل نام نذر محمد ہے۔ صوبہ پنجاب کے ضلع گوجراں والا کے ایک قصبے اکال گڑھ میں پیدا ہوے، جس کا نیا نام علی پور چٹھہ ہے۔ راشد نے، بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی عہد کے قلمی مزاج کے مطابق اپنا نام ن م راشد، اختیار کیا۔

حیاتُ اللہ انصاری [۱۹۱۲ء، لکھنؤ۔۱۹۹۹ء] کی کتاب: "ن م راشد پر"، ۱۹۴۵ء میں ن م راشد پر چھپنے والی پہلی باقاعدہ کتاب ہے۔ حیات اللہ انصاری کی یہ کتاب بعد ازاں ماہ نامہ: "نگار" کراچی کے ۱۹۸۵ء کے ایک شمارے میں بھی شائع ہوئی، پھر یہی تحریر ۱۹۸۷ء میں حیات اللہ انصاری کی ایک اور کتاب: "جدیدیت کی سیر "(2) میں کُلّی طور پر ایک مضمون کی حیثیت سے بھی شائع ہوئی۔ ۲۰۱۰ء میں راشد صدی کے موقع پر اس تحریر کو مضمون کی صورت میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی کتاب: "ن م راشد، راشد صدی: منتخب مضامین" میں بھی شائع کیا گیا۔(3)

حیاتُ اللہ انصاری کی کتاب: "ن م راشد پر"، راشد کے پہلے مجموعے "ماورا" [۱۹۴۱ء] کا ردِ عمل ہے۔ حیاتُ اللہ انصاری، سگمنڈ فرائیڈ [Sigmund Freud: 6 May 1856 Czechia – 23 Sep 1939 London] کے دبستان کے نفسیاتی نقاد ہیں۔ اُن کے مخصوص اندازِ فکر کے باعث اِس کتاب کا خاصا چرچا رہا اور ادبی حلقوں میں اس کے مثبت و منفی ردِ عمل پر بھی کافی ردِ عمل ظاہر ہوا۔ "ن م راشد پر" پہلی بار نومبر ۱۹۴۵ء میں شایع ہوئی، جس میں بغیر کسی تمہید کے تنقید، بل کہ تنقیص کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ کتاب راشد پر نفسیاتی تنقید کی ایک مثال ہے۔ راشد کو "نرالا شاعر" کہ کر اعتراضات کا سلسلہ یوں شروع کیا گیا ہے، جیسے کوئی مستشرق اسلام پر اعتراضات کرنے بیٹھتا ہے۔ پہلا اعتراض ہی زعفران زار ہے۔ "ماورا" کا دیباچہ کرشن چندر کا محررہ اور انتساب "فیض کے نام" ہے۔ پہلا اعتراض تو یہی ہے کہ بھلا، دو اِتنی مشہور ادبی شخصیات کو ایک ساتھ لانا چہ معنی؟ حالاں کہ کتاب کی اہمیت بنانے کے لیے کسی ایک کا حوالہ ہی کافی رہتا؛ نیز کرشن چندر کا لکھا ہوا تعارُف، تعریفی نہ ہونا چاہیے تھا۔ کیا خوب اعتراض ہے!! ن م راشد کے کلام کی مقبولیت، دوسرا اعتراض ٹھہرا:

"ماورا پر متعدد رسالوں میں تبصرے ہوئے اور ایک آدھ تنقیدی مضامین بھی نکلے، یہ سب تعریفوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں نے اِس شاعر پر کچھ حملے بھی کیے، مگر اِس انداز سے کہ "سرِ دلبراں در حدیثِ دیگراں" سے آگے نہ جاسکے"۔(4)

گویا مدعا "حملے" ہیں۔ غور کریں تو یہاں لفظ: "حملے" ناقد کے تنقیدی مزاج کا بھی آئنہ دار ہے۔ درج بالا رائے سے ظاہر ہوتا ہے کہ راشد کی شاعری پر جو "حملے" کیے گئے ہیں، وہ کماحقہ نہیں ہیں، اِس لیے "حملوں" کی کمی پوری کرنے کے لیے انصاری صاحب خود میدان میں اتر آئے۔ ناکافی حملوں کی وجہ بھی بتائی گئی ہے:

"ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، وہ کچھ ایسا عبوری دور ہے، کہ پرانی قدریں ناکارہ ثابت ہو چکی ہیں اور نئی قدروں نے ابھی اتنی وقعت نہیں حاصل کی ہے کہ ان کی جگہ لے سکیں۔ ایسی حالت میں کسی چیز کے بارے میں قطعی رائے دینا سخت مشکل ہے، پھر تجزیۂ نفسی اور مارکس کا ادب میں جو دخل ہونے لگا ہے، تو لوگ اپنے ذوق پر بھروسہ کرتے ڈرتے ہیں کہ جانے کہاں کون سی گہری بات چھپی ہو"۔(5)

رائے کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں، لیکن حیرت ہے کہ اُس دور میں کیا کوئی بھی اِس قابل نہ تھا کہ جسے اپنے ذوق پر بھروسہ ہوتا! حیات اللہ انصاری کی اِس دردمندانہ رائے سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ذوق کا یہ "بارِ امانت" حیات اللہ انصاری کو ہی اُٹھانا تھا! اُنھوں نے واضح کیا ہے کہ ن م راشد کی ادب میں آمد طالب علمانہ اور عاجزانہ نہیں، بل کہ دلیرانہ اور بے باکانہ ہے اور یہ اندازِ اِس حقیقت کا غماز ہے کہ راشد نے تجربہ نہیں، دعویٰ کیا ہے؛ حالاں کہ اِسی اندازِ پیش کش سے تو راشد کے شعری وقار اور فکری اعتبار کی پہچان بنا۔

اگلا اعتراض یہ کہ راشد کچھ نفسیاتی امراض کا شکار ہیں مثلاً: ایذادہی اور ایذاطلبی کی علّت، عورت کو بے جان محسوس کرنے اور "عورت کو صرف تماش بین اور عیاش بن کر"(6) دیکھنے کی علّت، محبت میں ناقص ہونے کی علّت، خانگی ذمہ داریوں پر لذت کیشی کو ترجیح دینے کی علّت، غم زدگی کی علّت، شہوتِ حیوانی کی علّت (جو ضمیر کی کسک، جذباتی گھٹن اور جذبۂ تخلیق کی کمی کا باعث بنتی ہے)، برتری طلبی کی علّت وغیرہ۔ اِن کی مثالیں وہ "انتقام، بے کراں رات کے سناٹے میں، زوال، ہونٹوں کا لمس، آنکھوں کے جال، شاعرِ درماندہ، رقص، گناہ، اتفاقات، ایک رات، طلسمِ جاوداں، حزنِ انسان، اظہار، رخصت، خواب کی بستی، اور، سپاہی" وغیرہ جیسی نظموں سے دیتے ہیں۔ اِنھی علتوں کے باعث اُن کا کہنا ہے کہ راشد مختلف قسم کے عُذر تراش لیتے ہیں اور بیمار خیالات کی ترویج کرنے لگتے ہیں۔ حیاتُ اللہ انصاری نظم: "انتقام" میں پائے جانے والے جنسی عمل کے اشاروں کی غیر ضروری تفصیل بیان کرتے اور نوجوانوں کو جنسی تعلیم دیتے ہوئے آخر اِس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

"اِن چیزوں سے یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ یہ تذکرہ مباشرت کا ہے"۔(7)

راشد کے ناقدین و قارئین کے لیے یہ ایک نئی اطلاع تھی کہ نظم: "انتقام" میں مباشرت کا تذکرہ ہے۔ فیصلہ قارئین نے خود کرنا ہے کہ نفسیاتی علّت کا شکار راشد ہیں یا خود حیاتُ اللہ انصاری! اِنھی نظموں کے حوالے سے اُنھوں نے راشد کے ہاں بے جان عورت کا تصوُّر پیش کیا ہے۔(8)

تصوُّرِ عورت کے بعد، راشد کے تصوُّرِ محبت کو بھی طویل بحث کے بعد "بے جان اور ہوائی سی چیز" (9) ثابت کیا گیا ہے ۔ پھر راشد کا گناہ و ثواب کا تصوُّر موضوع بنا ہے؛ یہاں ایک نظم: "حُزنِ انسان" کی مثال دی گئی ہے، جس سے حیاتُ اللہ انصاری کی ذہنی رسائی کا صاف پتہ چلتا ہے، فرماتے ہیں کہ:

"اِس نظم کے اوپر بریکٹ میں لکھا ہوا ہے "(افلاطونی عشق پر طنز)" اور نظم جو پڑھو تو اِس میں طنز اور ظرافت کی جھلک تک نہیں۔ پھر طنز کیسے ہو گیا؟۔"(10)

حیاتُ اللہ انصاری نے راشد کے خانگی تصوُّر کی وضاحت کرتے ہوئے اِس سے بھی کہیں بڑھ کر اپنی فراست کا ثبوت دیا ہے۔ نظم: "رقص" میں "عورت کے جسم سے لپٹنا اور زندگی پر جھپٹنا" کی نفسیاتی توضیح کرتے ہوئے راشد کو سماجی حوالے سے غیر ذمہ دار اور عیاش فرد بھی ثابت کیا ہے:

"جس زندگی پر راشد جھپٹنے سے گھبراتا ہے، وہ ہے ذمہ داری کی زندگی۔ راشد عورت سے مزے تو لوٹنا چاہتا ہے، لیکن اولاد، گھر بار، خاندان، روزگار اور سماجی حقوق کے جھمیلوں میں پڑنا نہیں چاہتا ہے۔ وہی رویہ جو تماش بین کا ہوا کرتا ہے، راشد کا ہے"۔(11)

مزید لکھتے ہیں کہ اپنی غیر ذمہ داری کے جواز میں راشد طرح طرح کے عذر تراش لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ راشد کی انسان دوستی اور درد مندی کی پوری طرح تفہیم نہیں کی گئی۔ اِس کے بعد راشد کے ہاں زندگی سے فرار کے رویے پر بحث کی گئی ہے اور یہ بحث بالآخر نامناسب انداز سے "شہوتِ حیوانی" کے الزام پر منتج ہوتی ہے!! کہتے ہیں کہ راشد کی نظموں میں موجود چیزوں اور کرداروں کو تمثیلی رنگ دینے سے نتائج مختلف بھی ہو سکتے ہیں، لیکن ایسا نہ کیا جائے، کیوں کہ اِن کی اصل حیثیت، تمثیلی نہیں، بیانیہ ہی ہے، یعنی یہ سفارش کی گئی ہے کہ اِن نظموں کا مثبت نظری سے جائزہ نہ لیا جائے اور قارئین بھی، انھی جذبات کے تحت اِن نظموں کا مطالعہ کریں۔ زیرِ بحث علّتوں کے ضمن میں راشد کے جذبۂ حُبُّ الوَطنی کو بہ یک وقت سراہا اور رد کیا گیا ہے کہ:

"راشد میں قوم پرستی کا جذبہ بالکل سطحی نہیں ہے اور اِس کی اُٹھان بتاتی ہے کہ اگر اِسے پروان چڑھنے کا موقع ملتا، تو وہ طاقتور اور خوش نما شاہکار پیدا کرتا، لیکن افسوس وہ تن پروری اور خود غرضی کے جذبات کے ہاتھوں نوخیزی ہی میں ذبح ہو گیا"۔(12)

نقطۂ نظر وہی ہے، یعنی متضاد۔ وہ راشد کے قوم پرستی کے جذبے کو سطحی نہ کہتے ہوئے بھی سطحی ہی مانتے ہیں؛ حالاں کہ آگے چل کر حبُ الوطنی، راشد کے شعری مزاج کا ایک بڑا حصہ بن کر ابھری ہے؛ تاہم یہاں چیخوف کے ایک افسانوی کردار کی مثال دے کر راشد کے جذبۂ حبُّ الوطنی کی ہر ممکن تحقیر اور قوم پرستی کی نفی کی گئی ہے:

"آج میرا محبوب نہیں آیا، تو میں نے غم کے مارے سہ پہر کو چائے نہیں پی، جی میں آتا تھا کہ خودکشی کرلوں"۔(13)

راشد کے ہاں اِس سطحیت کی بنیادی وجہ احساسِ برتری کا غالب ہونا بتایا گیا ہے۔

اِس کے بعد راشد کے کلام میں ابہام کے نقص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو، متضاد خیالات، طرزِ ادا کی خامیوں اور بدیسی تشبیہات کے باعث ظہور پذیر ہوا ہے۔ حیاتُ اللہ انصاری نظم: "دریچے کے قریب" کے اِن مصرعوں کا حوالہ دیتے ہیں:

"اِن میں ہر شخص کے سینے کے کسی گوشے میں
ایک دُلہن سی بنی بیٹھی ہے
ٹمٹماتی ہوئی ننھی سی خودی کی قندیل
لیکن اتنی بھی توانائی نہیں
بڑھ کے اِن میں سے کوئی شعلۂ جوالہ بنے!"

اور پھر انصاری صاحب خودی کی کسی قدر وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"سوائے اقبال والی خودی کے اور کسی خودی میں شعلۂ جوالہ بننے کی اہلیت نہیں، مگر راشد کسی طرح بھی اقبال والی خودی کا قائل نہیں ہے۔ راشد کے کلام میں خودی کا کوئی نظریہ نہیں اور نہ اُس کے دل میں اِس کا کوئی مفہوم ہے"۔(14)

اگر نظم میں شاعر کے بڑھے ہوے احساسِ ہم دردی پر غور کیا جاے، تو راشد نے بھی اپنی قوم کی اُسی کم اہلی اور بے حسی کی طرف اشارہ کیا اور وہی رونا رویا ہے کہ یہ خودی سے محروم لوگ ہیں۔ راشد نے کہیں بھی اقبال کے فلسفۂ خودی کی نفی نہیں کی۔ تشبیہات کے ضمن میں بھی حیاتُ اللہ انصاری کی انتقادی لیاقت لائقِ تحسین ہے۔ راشد کے مصرعوں

آرزوئیں ترے سینے کے کہستانوں میں
ظلم سہتے ہوئے حبشی کی طرح رینگتی ہیں

کے حوالے سے فاضل نقاد کہتے ہیں کہ:

"مظلوم حبشی کا ہمارے ہاں کوئی تخیل نہیں...... یہ تشبیہ ہمارے احساسات کے لیے اجنبی ہے"۔(15)

اچھااور پُر معنیٰ تضاد ہے!!

آگے چل کر ایک بار پھر حیات اللہ انصاری ایک دل چسپ بات کرتے ہیں:

"راشد اکثر سوچتا ہے انگریزی میں اور پھر اُس کا غلط اُردو میں ترجمہ کر دیتا ہے۔اِس وجہ سے اُس کی کہی بات مبہم رہتی ہے...... راشد لفظ کا خراب نباض ہے ...... راشد لہجہ کا خراب نباض ہے"۔(16)

راشد کے قارئین اور راشد شناس جانتے ہیں کہ اِن اعتراضات والزامات کا کیا جواب دیا جاسکتا ہے!

مذکورہ بالا تمام علتیں بیان کرنے کے بعد آخر پر "عام تبصرہ" کرتے ہوئے حیات اللہ انصاری نے راشد کے عمدہ مصرعوں، تشبیہات اوراِن کی تاثیر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور پھر راشد کے بارے میں ایک تاریخ ساز رائے دی ہے:

"اِس میں شبہ نہیں کہ راشد میں شاعر بننے کی اہلیتیں ہیں۔ادبی خامیوں کے باوجود زبان اُس کی بری نہیں، لیکن صرف اہلیتوں کا ہونا کافی نہیں، کوئی بات بھی تو ہو، کہنے کے لیے...... اگر راشد کو اِس موقع پر دوستوں کی واہ واکے بجائے بے لاگ تنقید مل جاتی، تو وہ بہت کُچھ سنبھل جاتا"۔(17)

یعنی حیات اللہ انصاری کی بے لاگ تنقید۔اِس تنقید کا مطالعہ کرنے کے بعد مشتاق احمد یوسُفی کا ایک جملہ یاد آتا ہے جو، مشہور ماہرِ نفسیات سگمنڈ فرائڈ(۱۸۵۶ء۔۱۹۳۹ء) کے حوالے سے لکھا گیا ہے:

"فرائڈ تو انسانی دماغ کو ناف ہی کا ضمیمہ سمجھتا تھا!"۔(18)

"The Interpretation of Dreams" (خوابوں کی تشریح: ۱۸۹۹ء) بیسویں صدی کی اہم ترین کتاب ہے جو، سگمنڈ فرایڈ کی فکر کا نتیجہ تھی اور نہایت تہلکہ خیز ثابت ہوئی۔فرایڈ نے بڑے مثبت انداز میں انسانی نفسیات کو "جنس" کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کی، اگرچہ حیات اللہ انصاری بھی فرایڈ کے مکتبِ فکر سے متعلق ہیں، لہٰذا اُنھوں نے بھی "ماورا" کو محض اور مکمل طور پر جنس کے زاویے سے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے؛ مگر اُنھوں نے راشد کی تمام تر فکر کو ناف ہی کا ضمیمہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

دل چسپ بات یہ کہ راشد پر ستاسی صفحات کی تنقید کے بعد حیاتُ اللہ انصاری نے تقریباً گیارہ صفحات میں "ماورا" کے، تعارُف نگار کرشن چندر [۲۳۔نومبر ۱۹۱۴ء۔وزیر آباد، ضلع گوجرانوالہ (موجودہ پنجاب)۔۸۔مارچ ۱۹۷۷ء، ممبئی۔بھارت] کی تحریر کا بھی "بے لاگ" جائزہ لیا ہے۔یہ کتاب یک طرفہ، نقد و نظر کا نمونہ بن کر سامنے آئی۔اِس کتاب کی اشاعت کے پیچھے دراصل حیاتُ اللہ انصاری کی

منتقمُ المزاجی اور تنگ نظری کا عمل دخل زیادہ ہے۔ ثبوت کے لیے معروف افسانہ نگار اور راشد کے دوست غلام عباس [۱۷۔ نومبر ۱۹۰۹ء۔ اَمرت سَر۔ بھارت۔۔ ۲۔ نومبر ۱۹۸۲ء، کراچی، پاکستان] کی کی راے ملاحظہ فرمایئے:

"ہمارے معاصرین میں ایک افسانہ نگار تھے حیاتُ اللہ انصاری۔ اُنھوں نے راشد کی شاعری پر ایک تنقیدی مقالہ لکھا اور دلّی کی ایک ادَبی مجلس میں پڑھا، جس میں مَیں بھی موجود تھا۔ تنقید شروع سے آخر تک ترقی پسند مصنفین کا نقطۂ نظر لیے ہوئے تھی، کہیں کہیں راشد کی تعریف بھی کی گئی تھی۔ مقالہ بہ حیثیتِ مجموعی راشد کے زیادہ خلاف نہیں تھا۔ مَیں نے راشد سے اس کا ذکر کیا، تو بڑے جز بز ہوئے اور بغیر مقالہ پڑھے اُسی وقت حیاتُ اللہ انصاری کے نام ایک سخت ساخط اور وہ بھی انگریزی میں لکھ ڈالا۔ انصاری صاحب کو یہ خط پڑھ کر یقیناً غصہ آیا ہو گا، چنانچہ اُنھوں نے مقالے سے تمام تعریفی جملے تو حذف کر دیے اور اس میں بہت سے اعتراضات شامل کر کے اسے کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ نام تھا: "ن۔ م۔ راشد پر"۔(19)

دراصل جب ہم انا کی جنگ لڑتے ہیں، تو حقایق ہماری نظروں سے اوجھل ہوتے اور تعصُّب و انتقام کے جذبات غالب آتے چلے جاتے ہیں۔

حیاتُ اللہ انصاری کو راشد صاحب میں محض کسری آدمی ہی دکھائی دیا اور حیرت ہے کہ اُنھیں راشد کے اندر چھپے ہوے درد مند انسان کی کوئی شبیہ نظر نہیں آئی جو، دراصل راشد کی بنیادی صفت ہے۔ کتاب میں ایک دو جگہوں پر کہ جہاں تنقید کرتے ہوے عمومی رنگ اختیار کیا گیا ہے اور نظموں کے کرداروں کو راشد کی ذات سے قطع کر دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے، وہاں یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ شاید اب محترم نقاد راشد کی ذات اور ذاتیات سے باہر آ کر اِس شاعری کو کسی خارجی حوالے سے بھی سمجھنے کی کوشش کریں گے، لیکن امید کا دِیا پوری طرح روشن ہونے سے پہلے ہی بجھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ تنقید محض تنقیص بن کر رہ گئی ہے۔ حیات اللہ انصاری نے "ماورا" کو غیر سنجیدہ کوشش اور محض کھیل تماشا خیال کیا ہے، تاہم اُن کا موقف درست نہیں ہے اور اِس موقف کی تردید خود راشد کے اپنے بیان سے ہو جاتی ہے، جس کا حوالہ ڈاکٹر آفتاب اَحمد نے دیا ہے:

"زندگی کھیل تماشے سے کہیں زیادہ ہے اور صرف طفلانہ ذہن اِسے کھیل تماشا سمجھ کر خوش ہو سکتے ہیں"۔(20)

راشد کی راے درج کرنے کے بعد ڈاکٹر آفتاب اَحمد مزید لکھتے ہیں:

"اِس رائے کے برملا اظہار سے پہلے بھی راشد ادب میں سماجی ذمہ داری کے قائل تھے اور اُس پر عمل پیرا بھی، جیسا کہ "ماورا" اور "ایران میں اجنبی" کی اکثر نظموں سے ظاہر ہے"۔ (21)

حیاتُ اللہ انصاری کی اِس کتاب میں جس چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے، وہ ہے احساسِ ہم دردی اور اخلاص؛ اگر تنقید کرتے وقت "دردِ دل" سے کام لیا جاتا، یا پھر توصیفی حصے حذف نہ کیے جاتے، تو یقیناً اِس کتاب کا رنگ کچھ اور ہوتا اور اِس میں اعتدال کی اِتنی کمی محسوس نہ ہوتی۔

حیات اللہ انصاری کی کتاب: "ن م راشد پر" علی جواد زیدی کا ایک تبصرہ بھی ہمارے پیشِ نظر ہے، جو ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی مرتبہ کتاب میں بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے؛ بہتر ہے کہ اِسی جگہ پر اِس تبصرے کا بھی جائزہ لے لیا جائے۔ اِس تبصرے میں علی جواد زیدی نے حیات اللہ انصاری ہی کی بیش تر باتیں آگے منتقل کی ہیں، جن پر ایمان لانا مشکل ہے؛ مثلاً:

"راشد عروض کے مقررہ اُصول اور معیاروں سے ، اردو کی لسانی روایتوں سے بے نیاز تھا۔ اُس کا سرمایۂ افکار بھی پیچیدہ، مبہم اور اجنبی تھا"۔(22)

ظاہر ہے یہ اعتراضات قرینِ حقیقت نہیں ہیں۔ راشد کی آزاد نظم کے ساتھ ادَبی منظر نامے پر آمد کے حوالے سے علی جواد زیدی نے بتایا کہ ضرورت تھی، کوئی راشد کا بے لاگ تبصرہ کرتا، سو! حیات اللہ انصاری نے یہ ضرورت پوری کی۔ علی جواد زیدی نے حیاتُ اللہ انصاری کی تنقید پر بات کرتے ہوے اتنی متضاد آرا کا اظہار کیا ہے کہ تمام آرا مشکوک ہو جاتی ہیں۔ اُنھوں نے حیاتُ اللہ انصاری کو راشد کا ہم درد نقاد بھی قرار دیا اور اُن کی تنقیدی بصیرت کو بھی سراہا ہے اور ساتھ ہی اس کمی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اگر اِس کتاب میں راشد کے دیگر معاصرین کا بھی تجزیہ کیا جاتا، تو خوب ہوتا۔ حیرت ہے کہ اِس خواہش کے بعد وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حیاتُ اللہ انصاری نے موجود عہد کے تناظر میں راشد کے تمام موضوعات کا جائزہ لینے کی بجاے صرف ایک پہلو سے بحث کی ہے، یعنی جنس اور اِس حوالے سے بھی کوئی حتمی راے قائم نہیں کر سکے؛ سو یہی وجہ ہے کہ اُن کی تنقید یک رُخی اور سطحی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ البتہ حیاتُ اللہ انصاری نے بڑی عرق ریزی سے یہ تجزیہ کیا ہے اور اس میں کام یاب بھی ہوے ہیں:

"مسلسل نشتر زنی کے باوجود اس کے انداز سے متانت اور سنجیدگی ٹپکتی ہے۔ ایک ایسے تنقید نگار کے لیے جو خامیوں کی تلاش میں مصروف ہو، یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں ہے۔ انصاری کی نگاہ دقّت پسند اور دُور رَس ہے، وہ بہت جلد مسائل کی تہ تک پہنچ جاتا ہے"۔(23)

اوّل تو "مسلسل نشتر زنی" ہی مثبت عمل نقد و نظر کے منافی ہے، دوم یہ کہ "مسلسل نشتر زنی" کے عمل میں متانت کا برقرار رہنا محال ہے؛ افسوس کہ علی جواد زیدی اس کتاب کو راشد پر ایک بے لاگ تنقید کہتے ہیں۔ راشد کے ہاں خامیوں کو سامنے لانے پر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے، لیکن ایسی تنقید، جو یک رُخی، سطحی، متضاد آرا کا مجموعہ اور محض خامیوں کی تلاش میں ہو، اُس کے بارے میں یہ کہنا کہ: "بہ حیثیتِ

مجموعی یہ کتابچہ ہماری تنقید میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتا ہے۔"(24)بہت عجیب لگتا ہے۔ حیاتُ اللہ انصاری کی راشد پر اس تنقید کا نقصان یہ ہوا کہ راشد صاحب کے تخلیقی زمانے کی ابتدا ہی سے راشد کے بارے میں جو منفی تاثر قائم ہوا، وہ کسی نہ کسی صورت میں آج تک قائم ہے اور پوری طرح ختم نہیں ہو سکا۔ افسوس کہ بیش تر لوگوں نے راشد کو حیاتُ اللہ انصاری کی ہی عینک لگا کے پڑھا ہے۔ اِس کتاب کے اثرات نے بالخصوص راشد اور بالعموم آزاد نظم کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ علی جواد زیدی کا تبصرہ بھی یوں تو اِنھی اثرات کی ذیل میں آتا ہے۔ حیات اللہ انصاری کی اِس کتاب پر بہترین تبصرہ تو سلیم اَحمد نے اپنے طویل مقالے: "نئی نظم اور پورا آدمی" میں کیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہاں سلیم اَحمد کی وہ تمام سطور درج کی جائیں، لیکن ایسا ممکن نہیں؛ ایک راے دیکھ لیجے:

> "حیاتُ اللہ انصاری...... نے غلطی یہ کی کہ ایک تو راشد کی شاعری کو راشد کی ذاتی ڈائری کی حیثیت سے پڑھا۔ شاعری ذاتی ڈائری سے کُچھ زیادہ ہوتی ہے۔ دوسرے "مباشرت" کا مکمل طریقہ تو اُنھوں نے امر القیس کے اشعار اور ایڈلر کے حوالوں سے سیکھ لیا...... معاملہ تو سارا یہ ہے کہ معاشرہ کی بھیانک قوتیں فرد کو اندر سے توڑتی پھوڑتی رہتی ہیں؛ ورنہ جن ذہنی اور نفسیاتی امراض کی فہرست جناب انصاری نے گنوائی ہے، اُنھیں کوئی ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں پیدا ہوتا"۔(25)

حیات اللہ انصاری کی اِس کتاب کی اشاعت کے کچھ ہی عرصے بعد اس پر ایک دل چسپ تبصرہ معروف نفسیاتی افسانہ نگار ممتاز مفتی[۱۱۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ بٹالا۔ بھارت۔۔۲۷۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء۔ اسلام آباد، پاکستان] نے بھی کیا تھا، جو ہفتہ وار "نظام" ممبئی میں ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو "راشد، انصاری، آپ اور میں" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کی محققانہ سعی نے یہ مضمون دریافت کیا اور مقتدرہ قومی زبان کے پلیٹ فارم سے چھپنے والی کتاب: "ن م راشد، ر راشد صدی: منتخب مضامین" میں حیات اللہ انصاری کی تحریر کے بعد ممتاز مفتی کے اِس مضمون کو جگہ دی، تاکہ قارئینِ راشد خود فیصلہ کریں کہ حقایق کی نوعیت کیا ہے۔ ممتاز مفتی نے بڑی سنجیدہ شگفتگی کے ساتھ حیات اللہ انصاری کی اِس تحریر کا جائزہ اور دھیمے دھیمے طنزیہ پیراے میں حیات اللہ انصاری کی شخصیت کا نفسیاتی مطالعہ کیا ہے۔ اگرچہ سارا مضمون ہی قابلِ مطالعہ اور اِس کا بیش تر حصہ نقل کیے جانے کے لایق ہے، تاہم چند ایک بنیادی سطور یہاں پیش کی جاتی ہیں:

> "اگر آپ کو تجزیہ اور جنسیات سے دلچسپی ہے، تو میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ حیات اللہ انصاری کی بصیرت افروز کتاب "ن۔ م۔ راشد پر" کا مطالعہ کیجیے۔ معمولی لکھائی چھپائی اور گھٹیا اٹھان دیکھ کر شاید آپ سمجھیں کہ یہ ان کتابوں میں سے ہے جو، ہنگامی طور پر چلا دی جاتی ہیں...... کتاب کا نام "ن م راشد پر" تجویز کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسے کلام کی نسبت شاعر سے زیادہ دلچسپی ہے...... "ماورا" کا نصف آخر پڑھنے کے بعد انصاری حیران رہ گئے۔ اپنے ذوق پر اعتبار نہ رہا۔ ناپسند تو کرتے تھے، لیکن زبان پر تذبذب کی مہر لگی تھی کہ مبادا چھوٹا منہ بڑی بات والا

> معاملہ ہو جائے اور چونکہ وہ چھوٹے موٹے "تنقید یے" تھے، اس لیے قلم سہم کر رہ گئے...... آٹھویں صفحہ پر انصاری، راشد کی مشہور نظم "انتقام" کا مطالعہ کرتا ہے...... مصنف کا خیال ہے کہ نظم کا موضوع مباشرت ہے، انتقام نہیں ...... لیکن ذرا ٹھہریے، ہو سکتا ہے کہ مباشرت سے حیات اللہ کا مطلب مجازی مباشرت نہیں، بلکہ روحانی مباشرت ہو ...... گیارھویں صفحے پر انصاری کہتا ہے کہ راشد میں ایذا دہی کی علت ہے۔ بارھویں صفحے پر وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ راشد پر جذبۂ غم زدگی حاوی ہے۔ آپ سوچ میں پڑ جاتے ہیں: "اس دو دھاری بات سے انصاری کا مطلب کیا ہے؟"......شاید آپ کہیں کہ انصاری کو یہ علم نہیں کہ اسے کیا کہنا ہے اور وہ کہ کیا رہا ہے۔ معاف کیجیے گا مجھے آپ سے اتفاق نہیں۔ انصاری فن کار اور ادیب ہے، اس لیے میں اس کے ذہنی تاثرات کو خوب سمجھتا ہوں۔ عام آدمی کے لیے انصاری جیسے بلند پایہ مفکر کو سمجھنا آسان نہیں......اس معاملہ میں مجھے انصاری سے ہم دردی ہے، کیوں کہ میں خود عام طور پر بیان کے الجھاؤ میں پھنس جانے کا عادی ہوں۔ بد قسمتی سے مجھے بھی گہری باتیں کرنے کا شوق ہے......اسی بنا پر میں نے اپنے مختصر افسانوں کے مجموعے کا نام جھمیلے تجویز کیا تھا۔ نام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت دیکھ کر اب مجھ میں ہمت نہیں پڑتی کہ کتاب پیش کروں۔ مبادا وہ اپنے نام کے شایانِ شان نہ ہو۔ چنانچہ میں بصد خلوص اور گر قبول افتد زہے عز و شرف کے ساتھ یہ نام زیرِ بحث کتاب کے لیے انصاری کو بطور نذرانہ پیش کرتا ہوں......"(26)

ممتاز مفتی کی تحریر سے یہ طویل اقتباس اس لیے پیش کیا گیا ہے کہ حیات اللہ انصاری کی کتاب پر محض راقم ہی کی رائے سامنے نہ ہو، بل کہ ایک سنجیدہ طبع، صاحبِ طرز ادیب اور نفسیاتی ناول نگار کی رائے بھی پیشِ نظر ہو، جس سے حیات اللہ انصاری کی کتاب کی صحیح تصویر بھی سامنے آ سکے۔ ممتاز مفتی کے مضمون پر مزید کسی رائے کی ضرورت نہیں؛ تاہم اتنا ضرور ہے کہ حیات اللہ انصاری کو افسانہ نگار یا ادیب کی حیثیت سے شاید اب چند ایک لوگ ہی جاننے والے رہ گئے ہوں اور آیندہ اتنا بھی تعارُف نہ رہے، لیکن ن م راشد جیسے بڑے شاعر پر تنقید یا نکتہ چینی کر کے وہ بہ ہر حال راشد شناسی کی روایت میں زندہ رہیں گے۔

راقم نے گذشتہ صفحات میں اس پہلو پر بھی کی ہے کہ حیاتُ اللہ انصاری نے راشد کے ساتھ ساتھ "ماورا" کے دیباچہ نگار اور معروف ترقی پسند افسانہ نگار کرشن چندر پر بھی اعتراضات وارد کیے ہیں؛ جن سے کرشن چندر کی نااہلی ثابت ہوتی ہے؛ دراصل اُنھیں کرشن چندر پر پہلا اور اصل اعتراض تو یہی ہے کہ کرشن چندر نے "ماورا"، از: ن م راشد کا دیباچہ لکھا ہی کیوں ہے۔ حیاتُ اللہ انصاری کی راشد صاحب پر ایسی نکتہ چینی، نقد و نظر کے میدان میں اُن کا مقام خود طے کرتی ہے۔

معروف راشد شناس ڈاکٹر تبسُّم کاشمیری نے "لا= راشد" کے مضمون: "تنقیدِ راشد کے پچاس سال" میں راشد پر تین تنقیدی رویوں: مخالفانہ، غیر جانب دارانہ اور جانب دارانہ کے حوالے سے حیات اللہ انصاری کو راشد مخالف رویے میں شمار کیا ہے۔ حیات اللہ انصاری پر اُن کی رائے یہاں بہ طور سند محفوظ کی جا رہی ہے:

> "۱۹۴۵ء میں حیات اللہ انصاری کی کتاب "ن۔م۔راشد پر" شائع ہوئی۔ اس کتاب کا تعلق بھی تنقید راشد کے پہلے رویے ہی سے ہے۔ "راشد پر" مکمل طور سے ایک منفی رویے کی کتاب ہے...... اس لیے یہ کتاب بہت جلد ادبی منظر سے پیچھے ہٹ گئی اور بالآخر زمانے کی گرد کے نیچے دب کر رہ گئی...... یہ کتاب راشد کی شاعری کا انتہائی گمراہ کن اور ناقص تجزیہ فراہم کرتی ہے ...... دراصل یہ کتاب ایڈلر (Adler) اور فرائڈ (Freud) کے نہایت ناقص مطالعے کا نتیجہ ہے، اس لیے اس پر کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں"۔(27)

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے اگرچہ بہ طورِ خاص تو، حیاتُ اللہ انصاری پر کوئی مضمون یا تبصرہ نہیں لکھا، مگر اپنی کتاب: "مطالعۂ راشد (چند نئے زاویے)" کے مضمون: "راشد کا ارتقائی سفر؛ "ماورا" سے "گماں کا ممکن" تک" میں راشد کے فکری و فنی ارتقا پر بات کرتے ہوے حیاتُ اللہ انصاری کی تنقیدی بصیرت پر ایک بہت عمدہ اور صائب رائے دی ہے، جسے یہاں اپنے موقف کی سند کے طور پر درج کیا جا رہا ہے:

> "حیاتُ اللہ انصاری نے اپنے زعم میں ایک نفسیاتی نقاد بننے کی کوشش کرتے ہوے فرائیڈ کے تحلیل نفسی کا خاصا غلط استعمال کیا ہے اور نظموں کے کرداروں کا راشد کی ذات پر اطلاق کر کے انھیں ایک نفسیاتی مریض ثابت کرنے کی کوشش کی ہے...... راشد اپنی سوانح عمری نہیں لکھ رہے تھے، وہ تو اپنی نظموں میں اپنے عہد کے انسان کا داخلی آشوب بیان کر رہے تھے"۔(28)

اور اب اِس بحث کے آخر پر خود راشد صاحب کی رائے بھی درج کی جاتی ہے جو، حرف بہ حرف درست ہے:

> "میرے نزدیک یہ کتاب کم علمی، بے ذوقی اور بد دیانتی کی بہترین مثال ہے"۔(29)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو حیاتُ اللہ انصاری نے راشد پر ایسی، متعصّبانہ اور جانب دارانہ تنقید کر کے اپنی ادَبی ساکھ کو داغ دار کر لیا۔ اس کے باوجود قدرت کا کھیل دیکھیے، جس میں اہلِ بصیرت کے ہزار سامانِ بصیرت پوشیدہ ہیں۔ غور کیجیے کہ حیاتُ اللہ انصاری کا اپنا سارا تخلیقی کام، یعنی افسانہ نگاری تو وقت کی دھول ہو گیا اور اُن کی ذاتی تخلیقی پہچان محض غبارِ راہ بن کے رہ گئی، تاہم وہ ہمیشہ راشد اور "ماورا" کی نظموں پر منفی تنقید کرنے کے سبب ہی یاد رکھے جائیں گے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے راشد پر اپنی مرتبہ کتاب: "ن م راشد: ایک مطالعہ "،[۱۹۸۶ء، کراچی، مکتبہ اُسلوب، ص:۷]، میں ن م راشد کی پیدائش کی تاریخ:۹۔ نومبر ۱۹۱۰ء درج کی ہے، جو درست نہیں۔ موجود ریکارڈ کے مطابق درست تاریخ پیدائش: یکم اگست ۱۹۱۰ء ہے۔

۲۔ حیات اللہ انصاری، مضمون: "ن م راشد پر"، مشمولہ: "جدیدیت کی سیر "،ل۱۹۸۷ء، لکھنؤ، کتاب دان، ص:۱۳۵ تا ۲۰۵

۳۔ حیات اللہ انصاری کی کتاب: "ن م راشد پر" پہلی بار نومبر ۱۹۴۵ء میں انشادی انشا پریس، کوچہ پنڈت دہلی (انڈیا) سے راشد کی پہلی کتاب: "ماورا" کی اشاعت کے چار سال بعد ہی شائع ہوگئی۔ اب اِس کتاب کی عام دست یابی قدرے مشکل امر ہے، تاہم ۲۰۱۰ء میں راشد صدی کے موقع پر مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے "ن م راشد، راشد صدی: منتخب مضامین" کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب مرتب کروائی، جس کی ترتیب کا فریضہ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری اور ڈاکٹر ضیاءُالحسن نے انجام دیا۔ اِس کتاب میں مرتبین نے حیات اللہ انصاری کی کتاب کا مکمل متن ایک طویل مضمون کی صورت میں شائع کر کے اِس کی دست یابی سہل کر دی ہے۔

۴۔ حیات اللہ انصاری، "ن م راشد پر"، دہلی، انشاء دی انشاء پریس، کوچہ پنڈت، پہلی اشاعت: نومبر ۱۹۴۵ء، ص:۶

۵۔ ایضاً، ص:۶

۶۔ ایضاً، ص:۱۹

۷۔ ایضاً، ص:۸

۸۔ راشد کے ہاں عورت کے تصوّر پر فہمیدہ ریاض اور ڈاکٹر شفیق انجم نے بعد میں تفصیل سے لکھا ہے ،جس پر راقم (طارق حبیب) نے ایک اور مضمون میں تفصیل سے بات کی ہے۔

۹۔ حیاتُ اللہ انصاری، "ن م راشد پر"، ص:۲۷

۱۰۔ ایضاً، ص:۳۰

۱۱۔ ایضاً، ص:۳۴

۱۲۔ ایضاً، ص:۶۲

۱۳۔ ایضاً، ص:۶۳

۱۴۔ ایضاً، ص:۸۰

۱۵۔ ایضاً، ص:۸۱،۸۲

۱۶۔ ایضاً، ص:۸۲ تا ۸۵

۱۷۔ ایضاً، ص:۸۸،۸۹،۹۱

۱۸۔ مشتاق اَحمد یوسُفی، "چراغ تلے"، کراچی، مکتبہ دانیال، اشاعت ہشتم، مئی ۱۹۹۳ء، ص:۷۵

۱۹۔ غلام عباس، مضمون: "راشد: چند یادیں"، مشمولہ: "ن م راشد۔ ایک مطالعہ"، مرتبہ: ڈاکٹر جمیل جالبی، ۱۹۸۶ء، کراچی، مکتبہ اُسلوب، ص:۵۸،۵۹

۲۰۔ ن م راشد، بہ حوالہ: آفتاب احمد، ڈاکٹر، مشمولہ: "ن م راشد (شاعر اور شخص)"، سالِ اشاعت: ندارد، (تاہم مصنف کے پیش لفظ کے مطابق پہلی بار: ۱۹۸۹ء)، تعداد اشاعت: ندارد، کراچی، مکتبہ دانیال، ص:۸۴

۲۱۔ آفتاب احمد، ڈاکٹر، مضمون: "شاعروں کا شاعر (۲)"، مشمولہ: "ن م راشد (شاعر اور شخص)"، ص:۸۴

۲۲۔ علی جواد زیدی، مضمون: "ن م راشد پر"، مشمولہ: "ن م راشد۔ ایک مطالعہ"، ص:۲۱۴

۲۳۔ ایضاً، ص:۲۱۷

۲۴۔ ایضاً، ص:۲۱۸

۲۵۔ سلیم اَحمد، مضمون: "نئی نظم اور پورا آدمی"، اگست ۱۹۶۱ء، مشمولہ: "نئی نظم اور پورا آدمی"، بارِ دوم: اگست ۱۹۸۹ء، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص:۳۵

۲۶۔ ممتاز مفتی، مضمون: "راشد، انصاری، آپ اور میں"، مشمولہ: "ن م راشد، راشد صدی: منتخب مقالات"، مرتبین: ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر ضیاءُ الحسن، طبع اوّل: ۲۰۱۰ء، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ص:۲۰۳، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۲۴، ۲۲۵

۲۷۔ تبسُّم کاشمیری، ڈاکٹر، مضمون: "تنقیدِ راشد کے پچاس سال"، مشمولہ: "لا=راشد"، مصنفہ: ڈاکٹر تبسُّم کاشمیری، لاہور، نگارشات، بارِ اول: ۱۹۹۴ء، ص:۱۷۶

۲۸۔ محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر، مضمون: "راشد کا ارتقائی سفر؛ "ماورا" سے "گماں کا ممکن" تک"، مشمولہ: "مطالعۂ راشد (چند نئے زاویے)"، مصنف: ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری، اشاعت اوّل: ۲۰۱۰ء، فیصل آباد، مثال پبلشرز، ص:۱۷۵، ۱۷۶

۲۹۔ ن م راشد، بہ حوالہ: "لا=راشد"، از: ڈاکٹر تبسُّم کاشمیری، ص:۱۷۶